متحدہ پنجاب کا آخری گورنر

سر ایوان میرےتھڈ جینکنز ۱۹۴۶ء-۱۹۴۷ء

فرح گل بقائی*

Jenkins was the Governor of Punjab in 1946-47. The time was significant as World War II had ended and British were planning to pack up from India, Jenkins was also part of echelon that was working in India for transfer of power they knew where the trouble lied. Jenkins had the capability to point out the disease, but he has no diagnostic solution for it. He had put his burden on centre, and centre only gave verbal warnings of dire actions against culprits who tried to disturb the process of transfer.

Jenkins was good in writing letters, fortnightly reports informing the centre of the political developments in his province. Jenkin's study helps us to determine the factual ground realities and centre cosmetic claims.

When claims do not match realities, the jugglers are miserably exposed; ordinary people of Punjab paid the price of their failure. The British rulers safely sent back home their civilians and soldiers and let the Punjab bled. Punjab had given a lifeline to British in 1857, but in 1947 British administrator of Punjab had no life line for this province.

گورنر ہاؤس لاہور، ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے کی بات ہے کہ گورنر اور اُس کا سیکرٹری بہت سی دستاویزات نذر آتش کر رہے تھے اور یہ اس لیے کیا گیا کہ دہلی سے گورنر جنرل وائس رائے آف انڈیا کا حکم آیا تھا۔ کہ تمام وہ دستاویزات جو حکومت برطانیہ کے لیے شرمندگی کا باعث ہو سکتی ہیں تقسیم ہند کے سلسلے میں تلف کر دی جائیں۔[1]

ایوان میرےتھڈ جینکنز (Sir Evan Meredith Jenkins) متحدہ پنجاب کے آخری گورنر تھے

---

* سینئر ریسرچ فیلو، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت پاکستان، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

ان کی مدت حکومت پنجاب میں اپریل ۱۹۴۶ء سے اگست ۱۹۴۷ء تک قائم رہی۔ جینکنز سے پہلے سر برٹینڈ گلینسی متحدہ پنجاب کے گورنر تھے۔ وہ اس عہدہ پر ۷ اپریل ۱۹۴۱ء سے لے کر ۷ اپریل ۱۹۴۶ء تک فائز رہے۔

گلینسی کے پاس پنجاب کا مضبوط کنٹرول تھا۔ یہاں پر مخلوط حکومت تھی۔ اس وقت وزیر اعلیٰ سکندر حیات (۱۹۴۲ء-۱۸۹۲ء) تھے۔[۲] دسمبر ۱۹۴۲ء میں سکندر حیات کی اچانک طبعی موت واقعہ ہوئی اور ان کی جگہ سر خضر حیات ٹوانہ وزیر اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ یونینسٹ پارٹی کی حکومت تھی ہندو، سکھ اور مسلمان زمیندار طبقہ انگریزوں کے ساتھ مل کر باخیر و خوبی سے حکومت کا کاروبار چلا رہے تھے۔

جینکنز کی ہندوستان میں تعیناتی اورعہدے

جینکنز نے انڈین سول سروس کے مقابلے کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی تھی۔ وہ انڈین سول سروس ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو اس ادارہ میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۵ء تک وہ مختلف مقامات پر ڈپٹی کمشنر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ مثلاً فیروز پور، لائلپور، امرتسر، لاہور اور شملہ۔[۳] وہ ہوشیار پور میں ۱۹۳۰ء-۱۹۲۵ء، امرتسر ۳۳-۱۹۳۱ء ڈپٹی کمشنر رہے، ڈپٹی سیکرٹری اور جوائنٹ سیکرٹری انڈسٹری اور لیبر ڈیپارٹمنٹ آف انڈیا ۳۷-۱۹۳۳ء، دہلی کمشنر: انچارج سپلائی (راشن کا انتظام پرنسپل پرائیویٹ سیکرٹری[۴] گورنر جنرل اور وائسرائے انڈیا لنلتھگو (Linlithgow 18th April 1937-1943) ۴۴-۱۹۴۱ء، پرائیویٹ سیکرٹری ارل ویول وائسرائے انڈیا ۴۶-۱۹۴۴ء، گورنر متحدہ پنجاب ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء-۱۹۴۶ء، ۸ اپریل ۱۹۴۶ء۔[۵]

۱۹۴۷ء میں انگلستان جا کر جینکنز نے Standard Chartered Bank میں ملازمت اختیار کر لی۔ ایوان جینکنز نے شادی نہیں کی۔ وہ خاموش طبع شخص تھے پنجاب کے بارے میں کبھی بھی زیادہ بات نہیں کی۔ وہ اپنی رہائش ۲۴ ایشلے گارڈن (Ashley Gardens) SWI لندن میں مقیم رہے۔ ۳ نومبر ۱۹۸۵ء کو اس دنیا سے کوچ کر گئے۔[۶]

ایوان جینکنز کا خاندان

ایوان جینکنز کے بھائی اُوین جینکنز لکھتے ہیں کہ میرے والدین زیادہ تر مغربی انڈیا میں رہے۔

کلکتہ اس زمانے میں انڈیا کا دارالحکومت تھا۔ اس کے والد لارڈ ہارڈنگ کی کونسل میں تھے۔ ۱۹۱۲ء میں جون لوئس جینکنز کا اچانک انتقال ہو گیا۔۷

ایوان جینکنز کے دو بھائی ڈیوڈ(David) اور اوین(Owain) تھے۔ ڈیوڈ ایوان بالا(House of Lord) کا رکن تھا جبکہ اوین ایک کامیاب کاروباری شخص تھا۔۸

جینکنز کے بارے میں

جینکنز کا دعویٰ تھا کہ وہ پنجابیوں کی خوبیوں اور خامیوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ جینکنز ہندوستان کی تقسیم کے خلاف تھا اور بقول اس کے وہ پنجاب کی تقسیم کے بھی خلاف تھا۔ (البتہ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جب آپ حکومتی معاملات میں اپنی ذاتی پسند نا پسند کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور صرف وہ کام کرتے ہیں جو حکومتِ وقت ضروری سمجھتی ہے یا چاہتی ہے۔ اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو پھر آپ استعفا دے کر حکومتی مشینری سے علیحدہ ہو جائیں)۔ جینکنز نے ہندو، مسلمان اور سکھ سرکردہ افراد کو یہ بات گوش گزار کی کہ پنجاب کی اہمیت ان کی یکجہتی میں ہے۔ تقسیم سے نہ صرف پنجاب کو نقصان پہنچے گا بلکہ پورا ہندوستان اس سے متاثر ہو گا۔ پنجاب کی اہمیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ پنجاب ہندوستان کے اناج اور کھانے کی اشیاء کا گودام تھا۔

اس کے علاوہ پنجاب کی سر زمین عسکری قیادت میں ہندوستان کی سرزمین میں نمایاں اہمیت رکھتی تھی۔ یہ فوجی دنیا کے کسی بھی کونے میں لڑنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ تاریخ دانوں کو اس عنصر کو بھی زیرِ غور رکھنا چاہیے کہ مسلمان اور سکھ اپنی جانوں کا نذرانہ دینے کے لیے ہر وقت تیار تھے۔

موسلے نے اس بات کی وضاحت اپنی کتاب *The Last Days of British Raj* میں کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہندوستان کی فوج میں پینسٹھ فیصد فوجی مسلمان تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب انگریز حکومت ہندوستان پر رائج تھی پہلی جنگ عظیم میں انہوں نے انگریزوں کے لیے شمالی افریقہ، اٹلی، ملائیشیا اور برما کی لڑائی میں حصہ لیا۔ گویا فوج میں اگر تیرہ(۱۳) مسلمان تھے تو وہاں سات(۷) ہندو بھی تھے۔ جبکہ آبادی کے لحاظ سے اگر چوبیس(۲۴) ہندو ہیں تو نو(۹) مسلمان۔ یعنی آبادی میں تو ہندوؤں کا پلڑا بھاری تھا مگر جان کا نذرانہ پیش کرنے کیلئے مسلمان ہی موجود تھے۔۹

مسلمانوں کی اس بے لوث خدمت کے عوض انگریز ۱۹۴۲ء کے بعد سے مسلمانوں کے لیے دل

میں ایک نرم گوشہ رکھتے تھے۔ مگر جہاں تجارت اور لین دین کا معاملہ آ جائے وہاں انگریز اپنے کاروبار اور تجارت کو ہی اولیت دیتا تھا۔ (یعنی ہندوستان کی تقسیم کا نقشہ ان کے ذہن میں تھا۔ ہندو تعداد میں مسلمانوں سے زیادہ تھے ان کا علاقہ بھی مسلمانوں کے مقابلہ میں زیادہ تھا۔ اس لیے خیال یہی تھا کہ تجارت کے لیے ہندوستان کی مارکیٹ کو ہاتھ میں رکھا جائے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ ترازو جو اس وقت انگریز کے ہاتھ میں تھا وہ سب کچھ بھی ہندو کے پلڑہ میں ڈال دیا جائے۔ جس پر اس کا حق نہیں تھا تا کہ ہندو انگریز کے احسان کے بدلے ان کی غیر مشروط شرائط ماننے اور فوجی سامان کے معاہدے جہازوں کے معاہدے اور اربوں روپے کے لین دین کے معاملات میں لیت و لعل نہ کرے۔

جینکنز کی مختصر سوانح عمری

ایوان جینکنز کی تاریخ پیدائش ۲ فروری ۱۸۹۶ء ہے۔ والد کا نام سر جون لوئس جینکنز تھا۔ ایوان میر یڈتھ جینکنز نے تعلیم رگبی بیلیول کالج(Rugby Balliol College) ، آکسفورڈ، لندن سے حاصل کی۔ پھر جنگ عظیم اوّل(۱۹۱۸ء-۱۹۱۴ء) میں حصہ لیا۔ ایوان انڈین سول سروس کے امتحان میں اول آئے اور ان کی تعیناتی پنجاب میں ڈسٹرکٹ آفیسر کی حیثیت سے ہوئی۔۱۰

ایوان جینکنز کو پنجاب سے ایک خاص اُنسیت اور لگاؤ تھا۔ یہ لگاؤ تقریباً ویسا ہی تھا جیسا کارّو (Caroe) کو صوبہ خیبر پختونخوا سے تھا۔ ایوان کے ہم منصب اس کو مذاق میں کہتے تھے کہ جینکنز نے پنجاب سے شادی کر لی ہے۔ در اصل جینکنز غیر شادی شدہ تھا۔ بقول لیری کالنز جنیکنز پنجاب کے معاملات میں اس قدر وابستہ تھا، کہ باقی ہندوستان بھی وجود رکھتا ہے یہ بات اس کے تصور سے نکل جاتی تھی۔۱۱

جینکنز نے ایک جگہ بیان کیا کہ یہ خیال انگریز افسر اپنے انڈین افسر کی بات نہیں مانیں گے بلا جواز تھی۔ جینکنز نے بتایا کہ وہ ۱۹۲۰ء میں انڈین سول سروس سے منسلک ہوئے۔ ان کے کئی افسر انڈین تھے۔ اور سول سروس کا ماحول عزت اور احترام پر مبنی تھا۔ یہ بات ذہن میں لانا کہ برطانوی نژاد افسر مقامی انڈین کے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا مضحکہ خیز بات تھی۔

جینکنز اور پنجاب کے فسادات ۱۹۴۷ء

اس موضوع کا مقصد اُن عوامل کا جائزہ لینا ہے جو پنجاب میں فسادات کا موجب بنے۔ اس مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجاب کے سرکردہ حکومتی مشینری نے اس کو ایک دہانے کی طرف دھکیل دیا۔ سیاست سے شرافت اور اصول پسندی نکال دی جائے تو جو قوتیں ابھرتی ہے وہ افراتفری، نفاق، قتل و غارت اور خواتین اور بچوں کی بے حُرمتی کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔

انگریز کی تاریخ ہمیں یہ ہی بتاتی ہے کہ انگریز اپنے لیے تو انصاف اور اصول پسندی اختیار کرتے ہیں مگر دوسری قوموں اور ملکوں کے لیے اس کے برعکس سیاست کے اصول اپناتے ہیں۔ پنجاب میں مسلم لیگ ایک اکثریتی جماعت تھی۔ انگریز حکومت نے اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایک سب سے کمزور جماعت کے لیڈر کو پنجاب کا وزیر اعلیٰ بنانے کو ترجیح دی۔ برٹینڈ گلنسی کو معلوم تھا کہ وہ ایک غلط اقدام اُٹھا رہے ہیں۔ وہ جمہوریت کے اصولوں کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ وہ اپنے اس اقدام کو دنیا کی کسی بھی عدالت میں صحیح ثابت کر کے نہیں دیکھا سکتے تھے۔ اس نے خضر حیات کی کمزور ترین پارٹی کو ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت اقدار منتقل کیا۔ یہ ایک طرح سے مسلمانوں کو سکھوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں یرغمالی بنانے کے مترادف تھا۔ کیونکہ ہندوؤں اور سکھوں کانگریس اکالی کی نمائندگی یونینسٹ پارٹی میں زیادہ تھا۔ لہٰذا خضر حیات کو ان کی اشیر باد حاصل کرنا ضروری تھی۔ ورنہ کوئی بل اسمبلی میں منظور ہی نہیں ہو سکتا تھا۔

بقول ابوالکلام آزاد کے یہ معجزہ ہے کہ اکثریت مسلم لیگ کی ہے اور پنجاب میں حکومت کانگریس کی۔ اس کے در پردہ ابوالکلام آزاد کی حکمت عملی تھی ۱۹۴۶ء کے بعد کانگریس کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے آزاد پورے ملک میں گھوم پھر رہے تھے تا کہ صوبوں میں کانگریس کی حکومت تشکیل دی جا سکے۔ پنجاب میں کانگریسی حکومت کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ ابوالکلام نے مسلم لیگ کے اراکین اسمبلی سے تعاون کی درخواست کی مگر محمد علی جناح نے انہیں منع کیا تھا کہ کانگریس سے رابطہ نہ کریں۔ ابوالکلام آزاد اپنی کتاب *India Wins Freedom* میں تحریر کرتے ہیں کہ انہوں نے پھر یونینسٹ اور سکھوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کیا اور یوں کانگریس پنجاب میں ابھری (کانگریس کی کل ۵۱ نشستیں تھیں سکھ اکالی پارٹی کی ۲۳، یونینسٹ ۲۱) جس کو سیاست کے تمام پنڈتوں

نے سراہا۔ نہرو اس معاملے میں سادہ آدمی تھے وہ اس منطق کو سمجھ نہ پا رہے تھے۔ بلکہ ابوالکلام سے ناراض ہو گئے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔۱۲

مسلم لیگ کو ان حالات کا پوری طرح ادراک تھا وہ جانتے تھے کہ جنگ کے بعد ہندوستان کا نقشہ وہ نہیں رہے گا جو جنگ سے پہلے تھا۔ حالات کی سنگینی نے ان کو پریشان کر دیا تھا۔ ایک طرف سیاسی حالات، دوسری طرف مسلمانوں میں ایسے افراد کی کمی نہ تھی جو ہر معاملے میں انگریز حکمرانوں کی طرف دیکھتے تھے کیونکہ یہ طبقہ انگریزوں کا پیدا کردہ تھا۔ یعنی ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد نشو و نما پانے والا زمیندار طبقہ اس عہدہ پر فائز تھے۔ یہ ایک اہم پوزیشن تھی ۱۹۴۶ء کے تناظر میں ویول ہندوستان کی تقسیم پر ۱۹۴۵ء سے کام کر رہے تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے اختتام کے بعد یہ بات واضح ہو کر سامنے آ گئی تھی کہ ہندوستان کی تقسیم ناگزیر ہے۔

پنجاب اور بنگال کی تقسیم اُس وقت ناگزیر ہو گئی جب وہاں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے یہ واقعات ۱۹۴۶ء میں شروع ہو گئے تھے۔

جینکنز اور پنجاب کی تقسیم

جی ڈی کھوسلہ(*The Stern Reckoning; A Survey of Events Leading up to the Partition of India*) اور دوسرے بہت سے مورخین نے پنجاب کے فسادات کا شاخسانہ دراصل کلکتہ، نواکھلی اور بہار کے فسادات کے نتیجہ تھے۔ ہندوستانی مورخین کا یہ بیان سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ کلکتہ نواکھلی اور بہار میں فسادات اگست ۱۹۴۶ء میں ہوئے۔ پنجاب میں فسادات ۱۹۴۷ء میں ہوئے گورنر ایوان جینکنز نے اپنی مسلم دشمنی کے باوجود مارچ سے لے کر اگست ۱۹۴۷ء تک اپنی تحریری رپورٹوں میں وائسرائے کو متنبہ کیا تھا کہ سکھوں نے پنجاب میں وسیع پیمانہ پر مسلمانوں کے قتلِ عام کا منصوبہ بنایا ہے اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ پنجاب خفیہ پولیس کے انگریز افسر نے جب اگست میں وائسرائے کے روبرو سکھوں کے اس خطرناک منصوبے کی تفصیلات پر مشتمل فائل پیش کی تھی تو جناح اور دوسرے مسلم لیگی لیڈروں نے سکھ لیڈروں کی گرفتاری کا مطالبہ کیا تھا مگر ماؤنٹ بیٹن نے مسلم لیگی موقف سے اتفاق کرنے کے باوجود سردار پٹیل اور گورنر پنجاب ایوان جینکنز کی مخالفت پر مطلوبہ کاروائی نہیں کی تھی۔۱۳

فسادات کے بیج پنجاب میں کب بوئے گئے

پنجاب میں وسیع پیمانے پر فرقہ وارانہ فسادات کا بیج دراصل ۱۹۴۶ء کے اوائل میں عام انتخابات کے بعد بویا گیا جب کانگریس نے انگریز گورنر کے تعاون سے مسلم لیگ کو صوبائی اقتدار سے محروم رکھا تھا کانگرس نے اس مقصد کے لیے یونینسٹ پارٹی مٹھی بھر مسلمان جاگیرداروں سے گٹھ جوڑ کرنے میں کوئی شرم محسوس کی اور نہ ہی اس نے سکھوں کی فرقہ پرست اکالی پارٹی سے اتحاد کرنے میں کوئی تامل کیا تھا۔[14]

جینکنز کا نوٹ

اس میں شک نہیں کہ اگر عام انتخابات منعقد کرائے جائیں تو مسلم لیگ ۹۰ نشستیں جیت جائے گی اور اس طرح اسے اسمبلی میں اکثریت حاصل ہو جائے گی۔ مگر یہ غیر مستحکم ہو گی۔ موجودہ حالات میں اس کی خاص اہمیت نہیں ہو گی۔ ہندو اور سکھ خالص مسلم حکومت کو کام نہیں کرنے دیں گے۔ سکھ خاص طور پر بغاوت کریں گے اور طاقت استعمال کر کے تشدد پر اُتر آئیں گے اور حکومت کے لیے اسمبلی کا اجلاس بلانا ممکن نہیں ہو گا۔[15]

جینکنز اور پنجاب ، ماؤنٹ بیٹن

ماؤنٹ بیٹن کی آمد سے پہلے ہی پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات اپنے عروج پر تھے۔ ہندو اور سکھ ایک گروہ بن گیا تھا اور مسلمان دوسرا گروہ، دونوں میں کہیں نہ کہیں جھڑپ رہتی تھی۔

پنڈرل مون(Penderal Moon) جو ۱۹۲۹ء میں انڈین سول سروس سے منسلک ہوئے تھے اور ۱۹۷۰ء میں انہوں نے 'ٹرانسفر آف پاور' کی جلدوں کو تحریر کرنے میں مؤلف کے فرائض انجام دیے۔ پنڈرل مون اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ ماؤنٹ بیٹن کو انڈیا رخصت ہونے سے پہلے یہ عندیہ پیش کیا گیا تھا کہ وہ ہندوستان میں متحدہ حکومت قائم کرنے کی کوشش کرے گا جو کہ کیبنٹ مشن پلان کی تجاویز کے مطابق ہو گی۔ اس کو یہ باور کرایا گیا تھا کہ وہ پہلی اکتوبر ۱۹۴۷ء تک یہ کوشش کر کے دیکھے۔ اگر وہ سمجھے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ تمام فریقین کی متحدہ حکومت کی طرف راغب نہیں ہیں تو پھر ماؤنٹ بیٹن کوئی متبادل اقدامات تجویز کر سکتا ہے تا کہ اقتدار کی تبدیلی معینہ وقت پر ظہور پذیر ہو سکے۔[16]

کلکتہ کے فسادات

مسلم لیگ کی طرف سے کیبنٹ مشن پلان کی منظوری اور کانگریس کی طرف سے گومگو صورت میں وائسرائے پر اصولاً اور اخلاقاً یہ فرض عائد ہو جاتا تھا کہ وہ مسلم لیگ کو عبوری حکومت بنانے کی دعوت دیتا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔۱۷

حالات نے ایسا رُخ اختیار کر لیا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ انگریز رخصت ہونے اور کانگریس ان کی جگہ حکومت سنبھالنے کی تیاریاں کر رہے تھے چنانچہ ۲۷ جولائی ۱۹۴۶ء کو بمبئی میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا خصوصی اجلاس ہوا اس میں انگریزوں کی بد عہدیوں اور کانگریس کی خود غرضیوں کا جائزہ لیا گیا اور ۲ جون کی کیبنٹ مشن پلان کی منظوری کو واپس لے کر ۱۶ اگست کو ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اپنے احتجاج کو زیادہ سے زیادہ موثر بنایا جائے۔ لیکن متکبر رہنماؤں کو یہ گوارا نہ تھا۔ چنانچہ ایک پبلک تقریر میں پٹیل نے کہا:۱۸

> جس راست اقدام کی دھمکی دی جا رہی ہے وہ انگریزوں کے خلاف نہیں کانگریس کے خلاف ایک چیلنج ہے کیونکہ انگریزوں نے واضح کر دیا ہے کہ وہ ہندوستان سے جا رہے ہیں۔

راست اقدام (ڈائریکٹ ایکشن) ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء

یوم راست اقدام ملک میں منایا گیا۔ مسلمانوں نے برطانوی حکومت، کیبنٹ مشن اور لارڈ ویول کے خلاف زبردست مظاہرے کئے اور کسی مقام پر کسی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ لیکن کلکتہ میں جہاں سیوک سنگھی، سکھ اور فسادی دستے جن میں کانگریسی بڑی تعداد میں شامل تھے اور وہ ایک عرصے سے فسادات کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مسلمانوں پرہلہ بول دیا۔ جب مسلمان مرد جلسے جلوسوں میں شامل ہونے کے لیے گھروں سے باہر گئے ہوئے تھے مسلمانوں کے محلے پر فسادی دستے چڑھ دوڑے اور بچوں بوڑھوں، خواتین کو بے دریغ قتل کرنا شروع کیا۔ اندازاً بیس سے تیس ہزار افراد مارے گئے۔ کلکتے کے فسادات میں سکھوں نے حسب معمول بڑی سرگرمی دکھائی۔

دی گریٹ ڈیوائڈ کے مصنف رقمطراز ہیں:

> سکھ جو کلکتہ میں مقابلتاً ایک چھوٹی قوم تھے لیکن مضبوط اور مسلح ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ تر ڈرائیور اور مکینک ہونے کی وجہ سے موٹر سوار تھے خاص طور پر مسلمانوں کو نہایت بے رحمی سے قتل کرتے چلے گئے۔۱۹

۳ جون ۱۹۴۷ء کے بعد کا پنجاب لندن پریس کے تاثرات اخبارات اور فسادات اگست ۱۹۴۷ء

۳ جون کے اعلان نے مسلم اقلیت کے بارہ اضلاع کو عارضی طور پر جدا کر کے مشرقی پنجاب کا نیا صوبہ بنا دیا۔ یہ اضلاع امرتسر، ہوشیار پور، جالندھر، فیروز پور، لدھیانہ، کانگرہ، رہتک، حصار، گڑگانواں، کرنال اور شملہ ہیں۔ گورنر پنجاب جینکنز کے ماتحت اس کی ہندو اور سکھ مشینری ۱۵ اگست تک مسلمان سپاہیوں سے ہتھیار چھیننے اور ان کی جگہ ہندو اور سکھ سپاہیوں کو تعینات کرنے مسلمان اور انگریز افسروں کو نکال کر اس ظلم عظیم کے لیے خفیہ تیاریاں کرنے میں مصروف رہی۔[۲۰]

سرحدی کمیشن نے ۱۷ جون کو اپنے فیصلے کا اعلان کر دیا اور اس دن سے یہ نیا صوبہ مکمل طور پر حکومت ہند کے قبضہ میں چلا گیا۔ اس کے بعد باؤنڈری فورس کی چار پلٹنوں کے ۳۵ فیصدی مسلمان فوجی ہی مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی جان و مال کے واحد محافظ رہ گئے۔ پہلا مرحلہ امرتسر میں ہوا جہاں سے منظم طور پر یہ مہم شروع ہوئی۔ اس کے بعد ہوشیار پور، گورداسپور اور جالندھر میں قتل و غارتگری کی یہ مہم انتہائی نظم و تنظم طریقے سے پھیلتی گئی۔ یکے بعد دیگرے ان اضلاع کے مسلم دیہات، سکھ، جتھوں کے مسلح حملوں کا شکار ہوتے جا رہے ہیں امرتسر ضلع میں بہت پہلے سے ہی مسلم دیہات پر سکھوں کے اکا دکا حملوں کی اطلاع آنے لگ گئیں تھیں۔[۲۱]

اس وقت انہیں صرف مقامی وارداتوں کا نام دیا جاتا رہا۔ لیکن خطرہ کی اہمیت کا اندازہ ۲۱ اگست کو ہوا جب ایک سکھ ترجمان نے بتایا کہ چودہ دن کے اندر دس ہزار مسلمان قتل کیے جا چکے ہیں۔ اخبار ٹائمنر نے اپنی ۲۱ اگست کی اشاعت میں لکھا کہ تباہ شدہ امرتسر میں ہلکے ہلکے زندگی کے آثار نمودار ہو رہے ہیں، نواحی دیہات میں اب سکون پیدا ہو چلا ہے۔ مسلمان ہجرت کر رہے ہیں۔[۲۲]

۳ جون پلان اور سکھ

سکھوں کو ۳ جون کے منصوبے کے نتائج کا احساس ہو گیا تھا کہ ہندوستان کی تقسیم کا مطلب سکھوں کی تقسیم ہے۔ ماسٹر تارا سنگھ نے کہا کہ آؤ سکھو تمہاری سرزمین پر حملہ ہونے والا ہے تمہاری خواتین کی عزت و آبرو مٹنے والی ہے۔ اٹھو اور ایک مرتبہ اور مغل حملہ آور کو تباہ و برباد کرو۔ ہماری مادر وطن خون مانگتی ہے ہم اس کی پیاس اپنے اور اپنے دشمن کے خون سے بجھائیں گے۔ ماسٹر تارا سنگھ نے ۱۹ جون کے بیان میں دہلی میں اس قسم کی باتیں کی تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ ۳ جون کے

اعلان سے سکھوں کے مکمل خاتمے کا زبردست خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ مسلمانوں کو ان کے حصے سے زیادہ پاکستان مل گیا ہے اور باقی ہندوستان پر ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا ہے۔۲۳

سکھوں کے دو حصوں میں تقسیم ہو جانے کا زبردست خدشہ ہے مسلمانوں کو پاکستان مل گیا ہے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ مگر سکھوں کی حالت ابتر ہو گئی ہے۔ سکھوں نے کیا حاصل کیا حالات کی نزاکت کے تحت سکھوں کو رائے عامہ منظم کر کے اپنی آئندہ پالیسی اور پروگرام کے متعلق بہت جلد کوئی فیصلہ کرنا چاہیے۔ اب یہ افواہ پھیل رہی ہے کہ ننکانہ صاحب پاکستان میں شامل کر دیا جائے گا۔ سکھ ایسی پالیسی کی سخت مخالفت کریں گے۔۲۴

گو کہ دفاع کے وزیر بلدیو سنگھ ۳ جون کے منصوبے کے رسمی طور پر منظوری دے چکا تھا۔ تاہم اس نے ۸ جولائی کو دہلی میں سکھوں کے ایک اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر حد بندی کمیشن ایوارڈ سکھوں کے خلاف ہوا تو اس کی مزاحمت کریں گے اور وہ پنتھ کے وقار کے تحفظ کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔۲۵

۱۰ جولائی ۱۹۴۷ء کو شرومنی اکالی دل کے صدر گیانی کرتار سنگھ نے پنجاب کے گورنر ایوان جینکنز سے ملاقات کے ارادہ کے دوران متنبہ کیا کہ اگر حد بندی کمیشن کا ایوارڈ سکھوں کے لیے اطمینان بخش نہ ہوا تو وہ پُر تشدد کاروائی کریں گے۔ وہ مواصلاتی اور نہری نظام کو تباہ کر دیں گے۔۲۶

۱۰ جولائی ۱۹۴۷ء گورنر نے اسی دن وائسرائے ماؤنٹ بیٹن کو اس ملاقات کے بارے میں جو رپورٹ بھیجی تھی اس میں کہا گیا تھا کہ آج گیانی کرتار سنگھ ملنے کے لیے آئے تھے وہ قانون آزادی ہند اور حد بندی کمیشن کے متعلق گفتگو کی۔ اور یہ بات صاف صاف کی کہ اگر تقسیم کے معاملے میں سکھوں کی سالمیت کا خیال نہ کیا گیا تو سکھ گوریلا جنگ لڑیں گے اس نے کہا کہ انگریز ہمیشہ یہ کہتے رہے ہیں کہ وہ اقلیت کا خیال رکھیں گے لیکن اس کا عملی مظاہرہ کیا ہوا؟ سکھوں کے ساتھ انگریزوں نے بدعہدی کی ہے۔۲۷

شاہد حامد جو انڈین کمانڈر ان چیف کے سیکرٹری تھے لکھتے ہیں کہ جینکنز نے کمانڈر ان چیف کلاڈے آکنالیک (Claude Auchinleck) اور بلدیو سنگھ وزیر دفاع ہندوستان کے گوش گزار کیا کہ مسلمانوں نے سکھوں اور ہندوؤں کو ایک منصوبہ بندی کے ساتھ قتل کیا ہے مسلم لیگ کے رہنما اپنے

کارکنوں کو غیر مسلموں کے خلاف اشتعال دلاتے رہے ہیں۔ ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی گئی جب مسلمانوں نے سول نا فرمانی کی تحریک(Civil Disobedience) کا آغاز کیا اس طرح معاملات بگڑتے گئے اورCoalition حکومت کو استعفاء دینا پڑا۔

بلدیو سنگھ کا خیال ہے کہ یہ حکومت کی غلطی تھی جنھوں نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ وہ تشدد اختیار کرتے۔ انہوں نے کہا کہ دو قوموں کے درمیان خلیج بہت وسیع تھی۔ بلدیو سنگھ نے جینکنز کو مطلع کیا کہ انہوں نے انگلینڈ کی اقتدار اعلیٰ(HMG) کو خراب حالات کی اطلاع دے دی ہے۔۲۸

۱۹۴۷ء میں فرقہ وارانہ فسادات نے 'وراثت پر قبضہ' کی شکل اختیار کر لی۔ یعنی جس طاقتور فرقہ نے دوسرے گروہ کو چت کر دیا وہ اس کی سر زمین جائیداد اور خواتین پر قابض ہو گیا۔ ہندوؤں کی کوشش تو یہی تھی کہ جہاں وہ اقلیت میں ہیں خاموشی سے وہ جگہ چھوڑ دیں۔ سکھ البتہ جتھے بنائے جہاں موقع ملتا قتل و غارت کرتے۔ مسلمان بھی اسی طرح گروہ میں پھرتے اور سکھوں اور ہندوؤں کی زندگی اجیرن کرتے راولپنڈی، مری، ایبٹ آباد، جہلم، ملتان، لاہور وہاں ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ مسلمانوں نے خوب ظلم کیا۔ یہ نہایت دردناک صورتِ حال تھی۔ سب اپنے اپنے مذہب کے نام پر نہایت بھیانک حرکتوں اور انسانیت سوز مظالم ڈھا رہے تھے۔ دین کے نام پر شاید ہی تاریخ میں کبھی ایسے ظلم ہوئے ہوں۔۲۹

فسادات اور جینکنز

جینکنز کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ سکھ مسلمانوں سے مڈبھیڑ کے لیے پوری طرح لیس ہیں۔۳۰ سکھوں کا ایک پمفلٹ حکومت پنجاب کے ہاتھ لگا تھا۔ جس میں سکھوں سے درخواست کی گئی تھی کہ پاکستان سے لڑنے کے لیے پچاس لاکھ روپے اکٹھے کیے جائیں۔ ہر گھر، محلّہ، دیہات، فرد کی طرف سے ایک روپیہ دے۔ اسی طرح ایک مٹھی آٹا الگ کر کے گورو کے نام پر دیا جائے۔۳۱

سکھوں کی تیاری

اختر حسین اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ سکھوں کی ۱۹۴۰ء کے عشرے میں یہ کوشش تھی کہ وہ مسلمانوں کو مغلوب کر دیں۔ اس مقصد کے لیے ہندوؤں نے سکھوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ ان کو ہتھیاروں کے لیے خطیر رقم فراہم کی۔ گو کہ سکھ اپنی علیحدہ ریاست بنانے میں ناکام رہے نہ

ہی وہ پورے پنجاب پر قابض ہو سکے۔ یہ تیاری ۱۹۴۶ء اور ۱۹۴۷ء میں کام آئی اور انہوں نے جہاں موقع ملا مسلمانوں کا خون بے دریغ بہایا۔ ماؤنٹ بیٹن کے کاغذات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مہاراجہ پٹیالہ اور دوسری ریاست کے سکھ پوری تیاری میں تھے کہ وہ حملہ آور ہوں فیصل آباد (اُس وقت کا لائلپور) لاہور اور منٹگمری پر اپنا قبضہ جما لیں۔

انہوں نے ہتھیار صوبہ سرحد اور علاقہ غیر سے منگوا لیے تھے۔ اپنے نوجوانوں کو ہتھیار استعمال کرنے کی تربیت بھی دلا دی تھی۔مقصد اس ساری تیاری کا یہ تھا کہ انگریز جب ہندوستان چھوڑ دیں گے تو سکھ بزور بندوق مسلمانوں کو زیر کر لیں گے اور اس طرح پنجاب پر قابض ہو جائیں گے۔ البتہ جب راولپنڈی کا واقعہ رونما ہوا جس میں بہت سے ہندو اور سکھ مارے گئے تھے یہ واقعہ جنوری اور فروری ۱۹۴۷ء میں پیش آیا تھا اور بہت سے سکھوں کو پنڈی کے علاقے سے فرار ہونا پڑا۔ پھر سکھوں کی توجہ پنجاب کو فتح کرنے کے بجائے اپنی جان بچانے اور بدلہ لینے پر مرکوز ہوگئی۔۳۲

۱۰ جولائی ۱۹۴۷ء کو وائسرائے کے معاون جارج ایبل(George Abell) نے بھی گورنر پنجاب سے بات چیت کرنے کے بعد وائسرائے کو رپورٹ دی تھی کہ سکھ فی الحقیقت بڑے ہی خطرناک موڈ میں ہیں اور ۱۳ جولائی کو گورنر پنجاب نے ایک مرتبہ اور وائسرائے کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی کہ سکھ مسلح بغاوت کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ ماؤنٹ بیٹن نے ان انتہائی رپورٹوں پر کوئی احتیاطی اقدام تو نہ کیا البتہ اس نے ماسٹر تارا سنگھ اور مہاراجہ پٹیالہ کو بلا کر کہا کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کے خلاف سخت کاروائی کی جائے گی۔قبل ازیں اس نے ابوالکلام آزاد کو یقین دلایا تھا کہ میں کوئی خونریزی اور فساد ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔ میں سپاہی ہوں سویلین نہیں ہوں میں حکم جاری کر کے اس امر کا انتظام کروں گا کہ سارے ملک میں کوئی فرقہ وارانہ فسادات نہ ہوں میں اس فتنے کو سر اٹھانے سے پہلے ہی سخت ترین اقدامات کر کے کچل دوں گا۔میں مسلح پولیس استعمال نہیں کروں گا۔ میں بری فوج اور ہوائی فوج کو کاروائی کرنے کا حکم دوں گا اور ٹینک اور ہوائی جہاز استعمال کر کے ہر اس شخص کو ختم کر دوں گا جو کوئی شرارت کرے گا۔ لیکن اس کی یہ تشخیص اور تسلیاں اور یقین دہانیاں بے اثر اور کھوکھلی ثابت ہوئیں۔۳۳

جینکنز نے ۹ جولائی ۱۹۴۷ء کے بعد اپنے ایک مراسلہ میں ماؤنٹ بیٹن کو لکھا کہ جتنی جلدی ہو

سکے برطانوی نژاد افسروں کو وطن واپس بھیج دیا جائے۔ جینکنز نے یہ بات کافی وضاحت کے ساتھ لکھی۔ مقصد اسکا یہ تھا کہ انگریز افواج کے افراد پنجاب یا ہندوستان کی بھگدڑ میں مارے نہ جائیں۔ جینکنز نے صاف الفاظ میں لکھا کہ مجھے سکھوں سے خطرہ ہے ۱۵ جولائی سے ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء کا دورانیہ سخت انتشار اور افراتفری کا حامل ہو گا۔ کیونکہ سکھ باؤنڈری کمیشن کی تجاویز سے سخت برہم ہونگے۔ جینکنز کو اچھی طرح اندازہ تھا کہ باؤنڈری کمیشن کب تک اپنی رپورٹ پیش کرے گی کیونکہ خط میں ۱۵، ۱۶ اگست یا بعد کا ذکر ہے اور جینکنز چاہتا تھا کہ جولائی کے آخر تک ہندوستان میں تعینات برطانوی فوج اپنے وطن لوٹ جائے۔[۳۴]

جینکنز کی اپنے وطن سے انسیت اور محبت کی جھلک جہاں نظر آتی ہے وہاں اس کی تعریف کرنی چاہیے۔ ساتھ یہ خیال بھی آتا ہے کہ کاش یہی ہمدردی اور انسیت اس کی ان لوگوں کے لیے بھی ہوتی جن پر وہ حکومت کر رہا تھا۔ پنجابیوں کے لیے وہ راہ نکالتا کہ وہ پر امن طریقہ سے اپنے اپنے اکثریتی علاقوں کی طرف منتقل ہو جاتے مگر جینکنز کے پاس پنجابیوں کو خون خرابے سے بچانا کا کوئی حربہ نہیں تھا۔ وہ یہی کہتا رہا کہ پنجابی اکابرین آپس میں مل بیٹھیں اور ایک دوسرے کو قتل نہ کریں اور ان فرقہ وارانہ فسادات سے نکلنے کا پر امن طریقہ نکالیں۔ بات تو بہت اچھی تھی مگر بہت دیر میں کی گئی۔

ریڈ کلف ایوارڈ اور جینکنز

ریڈ کلف نے جو تقسیم کا خط کھینچا تھا اس کے مطابق فیروز پور اور تحصیل زیرہ پاکستان میں شامل تھے گورنر پنجاب سر ایوان جینکنز نے وائسرائے سے درخواست کی تھی کہ انہیں تقسیم کے بارے میں کچھ عندیہ دے دیا جائے تا کہ وہ حفاظتی اقدام کر سکیں اور فوج کی تعیناتی ممکن بنا سکیں۔ اس کے مطابق وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری سر جارج ایبل درخواست لے کر بیومونٹ (Beaumont) (بیومونٹ کا تعلق بھی آئی سی ایس سے تھا اور انڈیا میں ان کی آخری تقرری باؤنڈری کمیشن کے چیئرمین سر سرل ریڈ کلف کے ساتھ ہوئی تھی وہ ان کے سیکرٹری مقرر کئے گئے تھے) کے پاس آئے یہ ۸ اگست ۱۹۴۷ء کی بات ہے۔ بیومونٹ نے ان کو نقشہ دیکھا دیا۔ جس کے مطابق فیروز پور اور زیرہ تحصیلیں پاکستان میں شامل تھیں۔ اس کے بعد اسی رات ۱۲ بجے وی پی مینن سر ریڈ کلف کی قیام گاہ پہنچیں اور فوری طور پر ملاقات کی خواہش کی۔ انہوں نے بتایا کہ وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا نہایت ضروری

پیغام لے کر آئے ہیں۔ بیومونٹ نے انہیں بتایا کہ ابھی ملاقات نہیں ہو سکتی۔ مینن نے کہا کہ وائسرائے نے بھیجا ہے۔ بیومونٹ نے یہی جواب دیا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مینن لوٹ گئے۔ اگلے روز سرسرال کو لنچ پر وائسرائے نے مدعو کیا۔ بیومونٹ کو یقین ہے کہ اس شام پنجاب کے خط تقسیم میں تبدیلی کی گئی تھی۔ جس کے تحت فیروز پور اور زیرہ کی تحصیلیں بھارت میں شامل کر دی گئیں۔ ریڈ کلف نے یہ تبدیلی لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے کہنے پر کی۔ جس پر پنڈت نہرو اور مہاراجہ بیکانیر کی طرف سے دباؤ تھا۔ کیونکہ وہ نہر جو فیروز پور ہیڈ ورک سے بیکانیر کو سیراب کرتی تھی اگر فیروز پور پاکستان کے نصیب میں آ جاتا تو ممکن تھا کہ بیکانیر کو پانی کی ترسیل روک دی جاتی اور بیکانیر کی زمین بنجر ہو جاتی۔ مہاراجہ بیکانیر نے وائسرائے سے کہہ دیا تھا کہ اگر فیروز پور پاکستان میں چلا گیا تو وہ بھی اپنی ریاست کا الحاق پاکستان سے کرے گا۔ ۳۵

انگریز نے جنگ کے دوران ہندوستانیوں سے آزادی کا وعدہ کیا تھا۔ انگریزوں کا ہندوستان سے اخراج شملہ کانفرنس کے انعقاد سے اور بھی واضح ہو گیا۔ شملہ کانفرنس لنلتھگو کے جانشین لارڈ ویول کے ایماء پر جون ۱۹۴۵ء میں منعقد ہوئی جس میں انتقال اقتدار اور عبوری حکومت کے قیام جیسے مسائل پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ جب یہ کانفرنس بھی اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام ہو گئی تو ویول نے صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں میں انتخابات کروانے کا اعلان کر دیا تا کہ برطانوی ہندوستان کے لیے آئین ساز ادارے کی تشکیل ممکن ہو سکے۔ ۳۶

انگریزوں کے ہندوستان چھوڑ دینے کے فیصلے نے یونینسٹوں کو حواس باختہ کر دیا۔ یونینسٹوں کی سیاسی حکمت عملی کا قطعی انحصار انگریزوں سے وفاداری پر تھا۔ چنانچہ وہ مرکز میں انگریز کی مسلسل موجودگی کی خواہش رکھتے تھے۔ انگریزوں کے ہندوستان سے متوقع اخراج کی وجہ سے پنجابی مسلمانوں کی بڑی تعداد نے یہ یقین کرنا شروع کر دیا تھا کہ یونینسٹوں کی سیاست اپنے تمام تر جواز سے محروم ہو چکی ہے۔ ۳۷

ایچ وی ہڈسن جو کہ مصنف ہیں *The Great Divide* کے انہوں نے ۴ ستمبر ۱۹۶۸ء میں جینکنز کو ایک خط لکھا اور ان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے تفصیل ارسال کی پنجاب میں تقسیم کے وقت جو نقشہ کے بارے میں ابہام پیش آئے۔ جیسے جارج ابیل کا خط اور غیر مصدیقہ نقشہ اسکی ہڈسن نے

وہی تفصیل فرانسز مودی کو بھی بھیجی۔ اس کی تفصیل اور جینکنز کی بیان کردہ بات میں مماثلت پائی جاتی ہے اس لیے ہڈسن نے اپنی کتاب ''دی گریٹ ڈیوائڈ'' میں ساری تفصیل بیان کی ہے۔ ہڈسن نے خط میں جینکنز سے ایک استفسار بھی کیا ہے کہ اسے اس بات کی تفصیل جس میں جینکنز نے جملہ استعمال کیا ہے کہ اقتدار کی منتقلی دراصل ''پنجاب کی موت'' ہے۔ اس جملے کی کہیں سے تصدیق نہیں ہو سکی یہاں تک کے اسمے (Ismay) کے پیپرز میں ایسا جملہ نہیں ملا۔۳۸

جینکنز اور یاداشت

جینکنز کے بارے میں لکھا جائے اور اس کی یاداشت کا ذکر نہ کیا جائے جو اس نے ماؤنٹ بیٹن کے کہنے پہ ۴ جولائی ۱۹۴۷ء میں لکھی۔

یہ ایک کوشش تھی ان سب الزامات سے بری الذمہ ہونے کی جو جینکنز کی سربراہی کے دور میں پنجابیوں پر ظلم ہوئے۔۳۹

جینکنز نے بڑی خوبصورتی سے خود کو الزامات سے علیحدہ کر لیا کہ حکومت اس وقت تک فعال ہوتی ہے جب تک وہ قوت رکھتی ہو کہ وہ شہریوں کو جزا اور سزا دے سکے۔ پنجاب میں مارچ سے اگست ۱۹۴۷ء تک کا دور ایک تبدیلی کا دور تھا۔ برطانوی نژاد افسر واپسی کی تیاری میں مصروف تھے۔ ۲۰ فروری کے اعلان نے پورے صوبے میں ایک ہلچل مچا دی۔ حالانکہ حکومت کو اعلان کرنے سے روکا گیا تھا۔ مگر ان کی صوابدید اس جلد بازی کا خمیازہ پنجابیوں کو بھگتنا پڑا۔

انگریز کا سامراجی مزاج

سامراجی مزاج اپنی شفقت اور ہیبت کے متضاد خصوصیات کے ساتھ مقامی باشندوں کے لیے حیرت انگیز تھا۔ انگریز حکمران اپنے دفتروں، عدالتوں اور کچہریوں میں رعایا کے لیے مہربان 'مائی باپ' کا درجہ رکھتے تھے اور اپنی الگ بستیوں (کنٹونمنٹ اور سول لائنز ایریا) کلبوں، ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں جا کر حکمران قوم کا لبادہ پہن لیتے اور کوئی دوسری ہی مخلوق بن کر ہیبت کا نمونہ بن جاتے تھے۔ لاہور کا لارنس گارڈن اسی لیے اُس زمانے میں دیسی باشندوں کے لیے شجرِ ممنوع کی حیثیت رکھتا تھا اور ہائی کورٹ کے پاس شاہراہ مال پر پنجاب کے پہلے لیفٹیننٹ گورنر سر جان لارنس کا مجسمہ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قلم پکڑے محکوم پنجابیوں سے اس تحکمانہ لہجے میں مخاطب تھا:

"By which you will be governed I served you with pen and sword!"

لیکن الفاظ سخت ہوں یا نرم اس کا استعاری مفہوم ایک ہی تھا اور پنجاب اسی مفہوم کی تاریخی تعبیر تھا۔[40]

اختتامیہ

جینکنز پنجاب کی یکجہتی پر یقین رکھتا تھا۔ پنجاب کے اکابرین سے تبادلہ خیالات کے دوران جینکنز نے اس بات پر زور دیا کہ پنجاب کی اہمیت اس کی یکجہتی میں ہے۔ مگر اس وقت تک لوگ فرقہ وارانہ تنازعات کا شکار ہو چکے تھے۔ وہ پنجاب کے حوالے سے سوچنے کے موڈ میں نہیں تھے۔ وہ فرقہ واریت کی دلدل میں پھنس چکے تھے۔ یہ بات منطق سے باہر لگتی ہے کہ ایک فرقہ لائلپور، منٹگمری جیسی زرخیز زمین اور جائداد چھوڑ کر مشرقی پنجاب کی طرف ہجرت کر جائے صرف اس لیے کیونکہ اس کے فرقہ کے لوگوں کی تعداد مشرقی پنجاب کی طرف زیادہ ہے۔ اس طرح ہندو اور سکھ رئیس جو لاہور میں آباد تھے اور ۱۹۴۰ء کی دہائی میں لاہور علم اور تجارت کا مرکز تھا۔ ان رئیسوں کو فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے لاہور سے ہجرت کرنا پڑی۔

فرقہ واریت نے قوموں کے درمیان دراڑیں ڈال دیں۔ لوگوں میں رواداری اور احترام کی جگہ بربریت اور درندگی نے لے لی۔ تمام فرقوں کے نمائندگان اور ان کے ماننے والے ہتھیار جمع کر رہے تھے۔ پنجابیوں کے لیے کیا بہتر ہے یہ خیال ان کے ذہنوں سے نکل چکا تھا۔ وہ صرف مسلمان، سکھ یا ہندو کی حیثیت سے سوچ رہے تھے۔

جینکنز پنجاب کو ۱۹۲۰ء کی دہائی سے مختلف عہدوں میں رہ کر اس کی خدمت کر رہا تھا پھر ۱۹۳۷ء میں وہ دہلی کا کمشنر مقرر ہوا۔ دہلی میں وہ مختلف عہدوں پر فائز رہا لنلتھگو (Linlithgow) اور ویول (Wavell) وائسرائے آف انڈیا کے ساتھ کام کیا۔ ایک طرح سے وہ مرکز میں رہ کر انڈیا کی سیاست اور اس کے مرکزی کرداروں سے خوب اچھی طرح واقف ہو گیا تھا۔

پنجاب میں تینوں فرقوں کے افراد اپنے اپنے نہج پر خود ہی فیصلے کر رہے تھے اور زمینی حقائق کو نظر انداز کر رہے تھے۔ مسلمان چاہتے تھے کہ وہ سارے پنجاب پر راج کریں کیونکہ وہ تعداد میں زیادہ ہیں۔ سکھ اپنی لائلپور اور منٹگمری کی زرخیز زمینیں چھوڑنے کیلئے تیار نہ تھے نہ وہ یہ چاہتے تھے کہ

پاکستان کی سرزمین کے پاس ان کے اہم مذہبی مقامات چلے جائیں۔ ہندو اپنی منطق سے مسلمان اور سکھوں دونوں کو اپنے زیر لانا چاہتے تھے۔ خضر حیات کی حکومت اس کا ایک نمونہ تھی۔ جس کے خلاف مسلم لیگ سراپا احتجاج بنی رہی۔ حالات کی سنگینی میں رہی سہی کسر ماؤنٹ بیٹن نے پوری کر دی اِس نے اقتدار کی منتقلی جون ۱۹۴۸ء کے بجائے تاریخ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کر دی۔

۳ جون ۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستان کے حالات میں اس قدر تیزی آئی کہ سیاست کے داؤ پیچ جاننے والوں نے اسی کو غنیمت سمجھا کہ جو انگریز دے رہا ہے اس کو اپنے قابو میں کرو انسانوں کی جان، مال، عزت، آبرو سب پسِ پشت ڈال دی گئیں۔ ایک بھگدڑ مچ گئی۔ اس پر طرفہ تماشا یہ کہ ماؤنٹ بیٹن نے نئے ملک کا نقشہ ان کے لیڈران کے سامنے ۱۵ اگست تک پیش ہی نہیں کیا۔ پنجاب کے علاقے مثلاً جالندر، فیروز پور، بٹالہ، زیرہ جہاں مسلمان تعداد میں زیادہ تھے اور ان کو یقین تھا کہ وہ پاکستان میں شامل ہونگے وہ انڈیا کی جھولی میں ڈال دیے گئے۔ پھروہاں پر جو مسلمانوں پر ظلم ہوئے وہ صرف کتابوں کی کہانیاں بن کر رہ گئے۔

جینکنز نے ایک عقلمندی کی کہ اس نے ماؤنٹ بیٹن کو اس بات پر راضی کر لیا کہ انگریز فوجی، افسراں اور سول سروس کے انگریز اہلکار جو برطانیہ جانا چاہتے ہیں انہیں جولائی ۱۹۴۷ء کے آخر تک گھر روانہ کر دیا جائے اس کو یقین تھا کہ فرقہ واریت کی آگ میں جلنے والے اپنے ساتھ ہونے والی نا انصافی کا بدلہ انگریز سرکار کے اہلکاروں سے بھی لے سکتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ایسی نوبت آنے سے پہلے انگریز اپنے ملک کو سدھار جائیں۔

جینکنز حکومتِ برطانیہ کا ایک وفادار افسر تھا۔ اس نے پنجاب کی لیڈرشپ کو اس بات پر اُلجھائے رکھا کہ وہ آپس میں صلح صفائی کر لیں۔ ممدوٹ جب بھی جینکنز کے پاس پنجاب کے حکومتی ڈھانچے میں مسلمانوں کے جائز حصہ کی بات کی تو ان کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہندو اور سکھ آپ کے ساتھ چلنے پر کسی طرح راضی نہیں ہیں پہلے اقلیتوں کو ساتھ ملائے تبھی پنجاب کا اعنانِ حکومت آپ کے حوالے ہو سکتا ہے۔ ورنہ پنجاب میں پھر فتنہ فساد ہی سرگرم رہے گا۔ حکومت تو مارچ سے اگست تک جینکنز کے پاس رہی اور پنجاب میں اس دوران افراتفری جاری رہی۔ کچھ دنوں کے لیے مشکل سے فوج کی مدد سے امن قائم ہوتا پھر وہی لڑائی جھگڑے، جلاؤ گھیراء اور ظلم کی نئی نئی کہانیاں رقم کی جاتیں۔

جینکنز اور گلینیسی اگر مسلم لیگ کی اکثریت کو تسلیم کر لیتے اور ان کو حکومت بنانے میں معاونت کا کردار ادا کرتے تو لو ڈے(Loveday) کو یقین تھا کہ مسلمان اشتعال کی راہ کبھی نہ اختیار کرتے بلکہ وہ سکھوں کے ساتھ خیر سگالی اور ہمدردی سے پیش آتے اور بہت ممکن تھا کہ وہ ان کے بہت سے مطالبات امن اور آتشی کی خاطر مان لیتے۔

لو ڈے کا خیال ہے کہ حکومت برطانیہ نے پاکستان کے ساتھ کئی معاملات میں نا انصافی کی۔ در اصل وہ ایک تاجر قوم ہے اور وہ حکومتی معاملات کو تجارت کے تناظر میں دیکھتی ہے ان کو ۱۹۴۷ء میں صاف نظر آ رہا تھا کہ ہندوستان ایک بڑا ملک ہے تجارت کے لحاظ سے وہ ایک بڑی منڈی ہے۔ اس لیے اس کو خوش کرنا اور اس سے اچھے تعلقات رکھنا اشد ضروری ہیں تا کہ آئندہ کے اسلحہ اور جہازوں کے معاہدوں میں ہندوستانی حکومت ان کے احسان کی وجہ سے لیت و لعل نہ کرے۔ انہوں نے پٹیل اور مینن کی تجاویز پر من و عن عمل کیا اور ہندوستان کو نہ صرف فیروز پور، بٹالہ، زیرہ، جالندھر جہاں مسلمانوں کی قدرے آبادی زیادہ تھی بلکہ کشمیر بھی پورا کا پورا ان کی جھولی میں ڈالنے کی کوشش کی۔ جس کی نوے فیصد آبادی اس وقت مسلمانوں پر مشتمل تھی۔[۴۱]

جینکنز کو ان سب باتوں کا اندازہ تھا کیونکہ ۷ اگست کو جب ایبل کا خط اور پنجاب سے متعلق نقشہ فرانس مودی کی موجودگی میں اس کے پاس پہنچا جس میں لکھا تھا۔Eliminate Salients تو جینکنز کو فوراً معلوم ہو گیا کہ فیروز پور اور زیرہ کا علاقہ جو پہلے پاکستان کو دیے جا رہے تھے وہ اب ہندوستان کی نذر کئے جا رہے ہیں۔ جینکنز کو دہلی کی سازشوں کا اندازہ تھا مگر وہ ایک وفادار افسر تھا۔ اس سے بہت سے لوگوں نے کہا کہ وہ اپنی پنجاب میں آخری دنوں کی روداد لکھے۔ جینکنز نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس سے کامن ویلتھ ممالک کے تعلقات خراب ہونگے۔ جینکنز نے مزید لکھا کہ حکومتی ملازمین کے لیے حکومتی معاملات میں رازداری ایک بنیادی جز ہے۔ کم از کم میں جس دور کا حکومتی ملازم ہوں وہاں اس کی پاسداری کی بہت اہمیت تھی۔[۴۲]

حوالہ جات

1. Rukhsana Zafar, ed., *Disturbances in the Punjab*, Islamabad, National Documentation Centre, 1995, p. 1.

2. Iftikhar Haider Malik, *Sikander Hayat Khan: A Political Biography*, Islamabad, NIHCR, 1985, p. 12.

3. Ian Talbot, (ed.), *The Independence of India and Pakistan*, Article of Nick Lloyd, "The Last Governor: Sir Evan Jenkins in Punjab 1946-47", (Karachi, oup, 2013) p. 237.

4. Owain Jenkins, *Marchant Prince Memories of India*, (Wiltshire, Michael Russel, 1989), p. 42.

5. K.K. Aziz, *The British in India*, (Islamabad: NIHCR, 1975), p. 450.

6. Lionel Carter, *Punjab Politics*, 1 June - 14 August 1947 Tragedy, Governors' Forthnightly Reports and other Key Documents, Vol V, (New Delhi: Manohra, 2007), p. 12 [f.n. 5.].

7. Owain Jenkins, Merchant Prince, p. 4.

8. *Ibid*,. pp. 225-226.

9. Leonard Mosley, *The Last Days of British Raj*, London: Weidnfeld and Nicholson, 1962), p. 204.

10. Waheed Ahmad (ed.), *The Punjab-Story: 1940-1947: The Musim League and the unionist: Towards Partition and Pakistan*, (Islamabad: NDC, Cabinet Division, 2009), p. 531.

11. Larry Collins and Dominique Lapierre, *Freedom at Midnight*, (New York, Simon and Schuster, 1975), p. 127.

12. Maulana Abdul Kalam Azad, *India Wins Freedom*, Vanguard, Lahore, 1988, pp. 135-137. Also see Penderal Moon, ed. *Wavell: The Viceroy's Journal*, oup, Karachi, 1974, p. 222.

۱۳- زاہد چودھری، حسن جعفر زیدی (تکمیل و ترتیب)، پاک بھارت تنازعہ اور مسئلہ کشمیر کا آغاز، ادارہ مطالعہ تاریخ، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۱۹۔

۱۴- ایضاً، ص ۲۴۔

۱۵- اطہر ندیم، (ترجمہ و تصنیف)، تقسیم پنجاب کا خفیہ ریکارڈ، لاہور، کاروان بک ہاؤس، ۱۹۹۶ء، ص ۱۹۔ (مورخہ ۴ اپریل ۱۹۴۷ء)

16. Penderal Moon, *The British Conquest and Dominion of India, Part II, 1848-1947*, (New Delhi: India Research Press, 1999), p. 1170.

۱۷- کرم حیدری، مسلمانان برصغیر کی جدوجہد آزادی میں مسلم لیگ کا کردار، نیشنل پریس ٹرسٹ، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۱۸۳۔

۱۸- چودھری محمد علی، دی ایمرجنسی آف پاکستان، ص ۷۱۔

19. H.V.Hodson, *The Great Divide Britain India-Pakistan*, Karachi, OUP, 1997, pp.166-167.

۲۰- عذرا وقار، (مرتبہ) تحریک پاکستان اور نوائے وقت منتخب مضامین ۱۹۴۴ء-۱۹۴۷ء، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء، ص ۴۳۹۔

۲۱- ایضاً۔

۲۲- ایضاً۔

۲۳- زاہد چودھری، پاک بھارت تنازعہ، حوالہ سابقہ، ص ۲۶-۲۷۔

۲۴- ایضاً۔

۲۵- ایضاً،ص ۲۸۔

۲۶- ایضاً۔

27. Lionel Carter, (ed.), *Punjab Politics: 1 June - 14 August 1947 Tragedy,* (Governor's Fortnightly Reports and other Key Documents), Delhi, Manohar, 2007, p. 144.
28. Shahid Hamid, *Disastrous Twilight*, London, Leo Cooper, 1986, p. 159.
29. Farah Gul Baqai, *Sir Evan Jenkins and the 1947 Partition of Punjab,* PJHC, National Institute of Historical and Cultural Research, Islamabad, 2006, p. 77.
30. *Punjab Police Abstracts*; 219-221 *and Jenkins Papers*, MF. No. 1616 and Lionel Carter, At the Abyss, 118-122.
31. Shahid Hamid, *Disastrous Twilight,* p. 159.
32. Akhtar Hussain, *Muslim Sikh Relation in the British Punjab After the Lahore Resolution of 1940,* Islamabad, Ph.D Diss., Department of History, Quaid-i-Azam University, 2011.

۳۳- زاہد چودھری، مسئلہ کشمیر، ص ۲۹، اور دیکھئے؛

Maulana Abul Kalam Azam, *India Wins Freedom,* Lahore: Vanguard, 1988, p. 207.

34. Lionel Carter (ed.,), *Punjab Politics 1 June-14August 1947 Tragedy,* Jenkins to Mountbatten, 9th July 1947, p. 142.

۳۵- آئن ٹالبوٹ مترجم طاہر کامران، تاریخ پنجاب ۱۸۴۹ء-۱۹۴۷ء، لاہور، تخلیقات، ۲۰۰۶ء، ص ۲۰۱۔

۳۶- ایضاً۔

۳۷- جینکنز پیپرز، این ڈی سی مائیکروفلم نمبر ۱۶۱۶، اسلام آباد۔

۳۸- جینکنز پیپرز، این ڈی سی میکروفلم نمبر ۲۶۸۴، نیشنل ڈاکومنٹ سنٹر، حکومت پاکستان، کیبنٹ ڈویژن، اسلام آباد، ص ۱۲۲۔

۳۹- ٹرانسفر آف پاور کے جلد ۱۲، ص ۵۱۶۔

۴۰- غلام حسین ذوالفقار، پنجاب تحقیق کی روشنی میں، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء، ص ۲۹۵۔

41. L.F. Loveday, *Prior Punjab Prelude* (London, John Murry, 1952), pp. 212-213.

۴۲- ایضاً۔

۴۳- جینکنز پیپرز، این ڈی سی فائل نمبر ۲۶۸۴، جینکنز نے خط لکھا ہے موسلے کو مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۰ء۔

(Leonard Mosley) author *Last Days of British Raj in India.*